Al-Azhār

Volume 8, Issue 2 (July-December, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/19

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/419

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.7532853

Title "Humam Baig": An Analysis of Characterization

Author (s): Dr. Muhammad Sulaiman
Dr. Taqwim ul Haq, Shahabud Din

Received on: 26 January, 2022
Accepted on: 27 March, 2022
Published on: 25 December, 2022

Citation: Dr. Muhammad Sulaiman
Dr. Taqwim ul Haq, Shahabud Din," Humam Baig": An Analysis of Characterization
""' Al-Azhār:8 No.2 (2022): 89-98

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

"ہمام بیگ" کے کردار کا تجزیاتی مطالعہ

"Humam Baig": An Analysis of Characterization

**Dr. Muhammad Sulaiman*
***Dr. Taqwim ul Haq*
****Shahabud Din*

ABSTRACT

Ahmad Nadeem Qasmi held a high position in Urdu literature. He was a progressive writer. Like every great fiction writer, he narrates every evil & good around him. Whenever he saw oppression, injustice, exploitation, and hypocrisy, he describes them in his stories. His has a keen observation and study of rural and urban life. Under the influence of Marx and Freud, he peeked into a person's inner self and expresses his inner most feelings and emotions. There is a character in his fictional writing "Humam Baig", who has a short stature. Due to which he suffers from inferiority complex. Due to this inferiority complex he is refusing to get married. On the other hand due to this complex he becomes a big businessman. In this article, the psychological impact of these two unique characteristics of Humam Baig's character are discussed.

Keywords: Ahmad Nadeem Qasmi, Short-Story, Character, Inferiority and Superiority complex, Marriage (Nikah), Business.

*Lecturer, Islamia College Peshawar
** Lecturer, Islamia College Peshawar
*** Lecturer Islamia College Peshawar

احمد ندیم قاسمی گنے چنے اور محدود موضوعات پر قناعت کرنے والے فنکار نہیں، انھوں نے فن کے وسیلے سے زندگی کی مختلف النوع کیفیات اور متنوع حیثیتوں کو بڑے زور و شور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ ترقی پسند تحریک کے ایک سرگرم اور فعال رُکن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اقتصادی، سماجی، نفسیاتی اور مارکسی نظریات کے حوالے سے پیش کیا۔ ان کے موضوعات اور کردار فعال اور متحرک ہیں۔ ان کے کردار اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ زندگی اور سماج کے بے رحم تھپیڑوں سے نبرد آزما ہیں۔ انھوں نے جہاں دیہاتی افراد کی مفلسی، لاچاری، جہالت، توہم پرستی اور معصومیت وسادگی کو پیش کیا وہاں شہری باسیوں کے مکروفریب، خودغرضی، ریاکاری، جھوٹی شان وشوکت، مادہ پرستی، مکاری وچالبازی، ذخیرہ اندوزی، شراب نوشی، فیشن پرستی اور منافقت وغیرہ کو بھی بے نقاب کیا۔

احمد ندیم قاسمی کا کمال یہ ہے کہ وہ نہ صرف دیہی اور شہری افراد کی خارجی زندگی کے پیچ وخم دکھاتے ہیں بلکہ ان کے باطن کے نہاں خانوں میں اُتر کر اُن کی حقیقی صورتیں بھی قارئین پر منکشف کر دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر افشاں ملک لکھتی ہیں:

"انھوں نے انسانی فہم وادراک اور انسانی فطرت کے پیچ وخم کو اپنے گہرے مشاہدے کی روشنی میں پیش کر کے انہیں ایک جامع شکل دی۔۔۔ علاوہ ازیں انسانی نفسیات کے بھی وہ ماہر تھے اور اسی لیے اپنے افسانوں میں انھوں نے نفسیاتی گرہیں کھولنے کی بھی کوشش کی۔ ان کے افسانوں میں ہر نوع کے کردار پائے جاتے ہیں۔ دیہات کا کسان، اس کی غربت، اس کی جوانی، اس کا عشق اور پھر اس کی محرومیاں، اس کے ساتھ ہی شہری زندگی کی الجھنیں، منافقتیں، دکھاوے کی زندگی۔"(۱)

ہمیں اپنے گردوپیش میں بعض اوقات ایسے لوگ ملتے ہیں جو پیدائشی طور پر پست قد ہوتے ہیں یا ان میں کوئی مستقل عضویاتی بیماری ہوتی ہے جیسے کوئی اندھا، بہرہ، گونگا یا لنگڑا ہوتا ہے۔ ان فلک کے ماروں کی اپنی محرومیاں اور عجیب سے جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کئی احساس کمتریوں اور محرومیوں کے ساتھ بڑی کٹھن زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

زیر بحث افسانہ "ہمم بیگ" میں ایک ایسے ہی پست قد مگر صاحب ثروت آدمی کا کردار ہے جو شعوری یالاشعوری طور پر احساس کمتری سے احساس برتری کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔

کہانی کچھ یُوں ہے کہ ہمم بیگ شہری سماج کا امیر الامرا ہے۔ لاکھوں کروڑوں روپیوں کا نہیں بلکہ اربوں کا مالک ہے۔ نہ صرف اپنے ملک بلکہ بیرونی ممالک میں بھی اس کا بیوپار وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ولایت میں ایک ملک کی نصف اقتصادی قوت کا اختیار اُس کے ہاتھ میں ہے۔ زندگی کی تمام عیاشیاں اور آسائشیں اس کی دسترس میں ہیں لیکن قدرت نے اسے وہ قد کاٹھ اور وجاہت نہیں دی جو عموماً امیر و کبیر آدمی کا ہوتا ہے۔ اس نے مونچھیں اس لیے بڑھائی ہیں کہ کوئی اسے چھوٹا بچہ سمجھ کر گال پہ چٹکی نہ دے یا اسی وجہ سے کہ اس کا مردانہ جاہ و جلال قائم رہے۔

اس کردار (ہمم بیگ) کا خصوصی حوالہ یہی ہے کہ وہ صاحب ثروت ہے اور منفی حوالہ یہ کہ شادی خانہ آبادی (نکاح، جو سنت نبویؐ ہے) سے انحراف کر رہا ہے۔ اس کردار کو دو حوالوں سے نفسیاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلا حوالہ یہ کہ شادی (نکاح) سے انحراف کیوں کر رہا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ پست قد ہونے کے باوجود دولت مند کیسے بنا؟

ہمم بیگ ایک بڑا کاروباری اور خوشیوں و مسرتوں سے مالامال شخص ہے۔ اعلیٰ سماجی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ نہ صرف اپنے ملک بلکہ ولایت میں بھی بڑا نام، کاروبار اور شہرت رکھتا ہے۔ عموماً اس جیسے ثروت مند لوگ صاحب استطاعت ہونے کے باوصف شراب و کباب کے بڑے رسیا ہوتے ہیں لیکن ہمم بیگ ایسا کوئی لطیف و ہوش رُبا احساس نہیں رکھتا جو اسے صنفِ نازک کے قریب لے جانے میں ممد و معاون ہو۔ اسے عورت اور بیوی کے نام سے سخت چڑ ہے۔ وہ ان دونوں (یعنی عورت اور بیوی) سے دُور بھاگ رہا ہے۔ اتنی پُرکشش، پُرجمال اور رومان پرور ہستی کی قربتوں سے دُوری اسے متنازعہ اور نفسیاتی کردار بنا رہی ہے۔ افسانہ نگار کہانی کی ابتداء میں اس کے قد و قامت کا نقشہ یُوں کھینچتے ہیں:

"وہ تھا تو منحنی سا آدمی، مگر وہ بہت بڑا آدمی تھا۔۔۔ وہ اتنی سی خفیف سی مخلوق کیوں ہے کہ ہتھیلی پر رکھ کر پھونک مارو تو فضا ہی میں معلق رہ جائے اور زمین کی کشش ثقل کم سے کم پانچ منٹ کے لیے ضرور ناکام ہو جائے۔ کہتے ہیں چیونٹی اس کے پاؤں کے نیچے آکر بھی چلتی رہتی تھی۔"(۲)

نفسیاتی طور پر دیکھا جائے تو ہمم بیگ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ یہی احساس کمتری اسے شادی جیسے مذہبی، روایتی اور لطیف جذبے سے انحراف کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو احساس کمتری کے کئی وجوہات ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ تر یہ جسمانی و عضوی نقص کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ احساس کمتری کُلی طور پر ایک داخلی و اندرونی احساس کا نام ہے۔ یقین کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کسی کو بھی نجات حاصل نہیں۔ تقریباً ہر فرد میں کوئی نہ کوئی کمزور پہلو یا نقص ہوتا ہے۔ یہی نقص اُسے اندر سے کاٹتا رہتا ہے۔ یہی نقص اُسے انتہائی حساس اور نازک خیال بناتا ہے۔ یہی اس میں کمتری اور پست و ادنیٰ ہونے کا تصور پیدا کرتا ہے۔ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر حتی الوسع کوشش کرتا ہے اور حد درجہ احتیاط سے کام لیتا ہے کہ اُس کی شخصیت کا یہی کمزور پہلو یا نقص محفوظ اور پوشیدہ رہے۔ وہ اسے کسی پر بھی آشکارہ نہیں کرنا چاہتا۔ دراصل انسان کا دوسرا نام ہی کمزوری ہے۔ ایڈلر کہتا ہے کہ "انسان ہونے کا مطلب ہی خود کو کم تر محسوس کرنا ہے۔"(۳)

احساس کمتری وہ بیج ہے جو نوکیلی جھاڑی کی مانند انسانی درُون میں اُگتا ہے اور سمے کے ساتھ اس کی خار دار سینگیاں ہر طرف پھیل کر اپنا مقام بنا لیتی ہیں۔ ایسی حالت میں انسان سب سے پہلے اپنی ہستی اور شخصیت کا بھروسہ اور یقین کھو بیٹھتا ہے اور اپنے گردو پیش کے لوگوں سے بدگماں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بتدریج زندگی، انسان، خُدا، اخلاق، سچائی اور مذہب، غرض ہر حقیقی اور اصلی شے کے بارے میں متذبذب اعتقاد کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"ہر انسان جب اپنے ماحول یا حلقہ میں دوسرے سے اپنا موازنہ کرتا ہے تو اُسے خود میں بعض خامیوں کا احساس ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ محض احساس ہی ہوتا ہے اور یہ کوئی ضروری بھی نہیں کہ وہ جن کو نقص سمجھتا ہے، دوسرے بھی نقص سمجھ کر اسے ان کی بنا پر حقیر یا کم تر سمجھتے ہوں چنانچہ یہ لوگ ہمیشہ یونہی سوچتے رہتے ہیں کہ اگر ان میں یہ خامی نہ ہوتی تو وہ زیادہ مقبول ہوتے۔ اگر ان میں یہ خامی یا فلاں جسمانی نقص نہ ہوتا تو زیادہ خوبرو ہوتے، اگر یہ نہ ہوتا تو وہ ہو جاتا اور اگر وہ ہو جاتا تو "یہ" نہ ہوتا۔ غرض یہ کہ یہ احساس شخصیت کو ایک گھن کی طرح لگا رہتا ہے۔"(۴)

ہمم بیگ اپنی پست قد کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ یہ ایک سماجی و نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب فرد اندر سے کسی نامرادی، نااُمیدی اور بدنصیبی کا شکار ہو تو معاشرے کو اس کی وہ محرومی اور مایوسی تقریباً نظر نہیں آتی۔ بعض مواقع پر وہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا اظہار کر بیٹھے تو الگ بات

ہے۔ اس طرح وہ خود کو زمانے کی کج نگاہی، طعنوں اور مذاق کے لیے پیش کر دیتا ہے جس سے اس کی محرومی و نامرادی مزید پھلنے پھولنے لگتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسا کوئی جسمانی نقص یا کمزوری جو ظاہری ہو اور سماج کی تیز نگاہوں کے سامنے ہو تو اسے کبھی کوئی نہیں بخشتا۔ جا و بے جا طعنے کَسے جاتے ہیں اور مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس بے چارے شخص کے لیے وہی محرومی یا نقص ایک ناسور بن جاتی ہے۔ وہ سماج میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ بعض اوقات کچھ انتہائی حالتوں میں وہ یا تو زندگی سے اُکتا جاتا ہے یا پھر سماج سے، دونوں صورتوں میں وہ خود اور سماج کے لیے کسی بڑے نقصان یا تباہی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ ہمم بیگ کے نقص کو اگر دیکھا جائے تو اس کا یہی نقص جسمانی اور خارجی ہے جس کی وجہ سے بعض مواقع پر اسے ہزیمتوں اور طنز و تشنیع کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اس نے اس طنز اور مذاق کو اپنے آپ پر حاوی نہ ہونے دیا۔ پست قد ہونے کے باوجود وہ بڑا مستقل مزاج اور اولوالعزم ہے۔ ہمم بیگ شادی سے انکاری اس لیے نہیں کہ وہ مخنث یا نامرد ہے یا کسی اور جنسی بیماری میں مبتلا ہے۔ علمائے نفسیات و جنسیات کے مطابق نامردی اور جنسی بیماریاں سرے سے ہیں ہی نہیں بلکہ یہ سارا ذہنی عدم توازن یا نفسیاتی خلل کی کارستانی ہوتی ہے۔ جو کسی مرد کو جنسی طور پر ناکارہ بنا کر جنسی افعال سے دور کرتا ہے۔ اس حوالے سے رئیس امروہوی لکھتے ہیں:

"جہاں تک جنسی امراض کا تعلق ہے تو وہ بیشتر خیالی، قیاسی اور فرضی ہوا کرتے ہیں۔ ایک آدمی کسی غلط تعلیم یا گمراہ کن ترغیب کے سبب یہ فرض کر لیتا ہے۔ کہ وہ جنسی عمل پر قادر نہیں۔ پھر وہ لاشعوری طور پر یہی ترغیب دہراتا رہتا ہے اور آخر میں یہ غلط اور بے بنیاد تصور ایک گرہ کی طرح اس کے ذہن کو جکڑ لیتا ہے۔۔۔ بعض منفی ترغیبات کے سبب ان کے لاشعور میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ ہم مردانگی سے محروم ہیں۔"(۵)

درحقیقت انسان نفسیاتی و ذہنی طور پر تب نامرد یا دوسرے لفظوں میں جنسی فعل سے گریز کرتا ہے جب وہ کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہو یا کسی نفسیاتی بیماری جیسے انگزائٹی یا Depression میں مبتلا ہو یا احساس گناہ سے مغلوب ہو، مجامعت میں ناکامی کا ڈر ہو یا شب و روز کی محنت اور کام کی کثرت سے بیزار اور تھکا ہوا ہو، بچے پیدا کرنے کی طلب نہ ہو یا کسی اور بیماری، معذوری اور مجبوری کی وجہ سے جنسی ملاپ سے طویل پرہیز کرتا ہو، جنسی عارضے کا خوف ہو یا کسی بڑی محرومی اور نقص کی وجہ سے شدید احساس کمتری میں مبتلا ہو۔ اس کے علاوہ کچھ عادتیں، خصلتیں اور اندرونی و خارجی جسمانی عوارض بھی اسے مخنث بنا سکتی ہیں۔ جیسے اگر کوئی شراب اور افیون

جیسے مہلک نشوں کا عادی ہو یا سر، کمر، ریڑھ کی ہڈی اور ٹانگوں وغیرہ میں مستقل درد ہو یا ان اعضاء میں شدید چوٹ لگی ہو، شوگر نے جینا دوبھر کرر کھا ہو یا بلڈ پریشر نارمل سطح پر نہ ہو، جوڑوں کے درد نے بے چین کرر کھا ہو یا کولیسٹرول کی بہتات, دل کے جملہ امراض نے سکون و راحت چھین لیا ہو۔ اس جیسی تمام صورتوں میں فرد کو جنسی افعال میں کوئی رُغبت نظر نہیں آتی۔ اس طرح وہ عارضی یا مستقل طور پر نامردی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ہمم بیگ نفسیاتی طور پر احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ انتہائی پست قد ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دوسرے افراد سے کم تر محسوس کرتا ہے۔ وہ داخلی طور پر محرومی اور انتشار کا شکار ہے۔ ایسے میں خارج کے کج رویے، طعنے اور تمسخر جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح اس کے احساس کمتری میں مزید اُبھار پیدا ہوتا ہے۔ داخل اور خارج کی اس کشاکش اور اضطراب نے اُسے اپنے پست قد کی طرح اندر سے بھی پست و ادنیٰ بنادیا۔ وہ خود کو بیوی، بچوں اور ان کی ذمہ داریوں کے لیے نا اہل اور ہیچ سمجھنے لگا ہے۔ اس لیے وہ بیوی بچوں کے نام سے دور بھاگنے لگا۔

ہمم بیگ کا شادی سے انکار کو ایک اور زاویے سے دیکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ وہ قد کاٹھ کا ایک انتہائی چھوٹا انسان تھا جس کی وجہ سے وہ بچپن ہی سے ایک احساس کمتری اور محرومی کے شکنجے میں بندھا چلا آرہا ہے۔ وہ خود کو جسمانی لحاظ سے دوسروں سے کمزور محسوس کرتا ہے۔ اپنے پست قد کی وجہ سے وہ کسی سے جسمانی برابری کی سطح پر بات نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ مردوں کی ٹولی ہو یا صنف نازک کا گروہ وہ ہر جگہ اَن فٹ (Unfit) ہے اور ہر ایک (مرد یا عورت) اس پر غالب اور وہ مغلوب ہے۔ جب انسان خود اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو اور خارج میں بھی اسے اپنے سے کئی گنا قوی قوتوں کا سامنا ہو تو وہ وہاں اپنے وجود کی بقا کی فکر میں بر سرپیکار نظر آتا ہے۔ یہی معاملہ شاید ہمم بیگ کے ساتھ بھی ہے۔ شاید وہ جسامت اور طاقت کے لحاظ سے اپنے سے کئی گنا بڑی اور لمبی لڑکی کی قربتوں کو چنگل سمجھتا ہے۔ شاید وہ اس کے ہاتھوں کا کھلونا نہیں بننا چاہتا۔ اگر کہیں اس کی جسمانی ساخت کے برابر ننھی منی سی لڑکی تلاش کر کے لائی جاتی تو ممکن ہے کہ وہ شادی کے لیے راضی ہو جاتا۔

ہمم بیگ کا شادی سے انکار کو تیسرے زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ ایک کامیاب اور بڑا کاروباری شخص ہے۔ قومی و بین الاقوامی سطح پر اس کا نام و مقام ہے۔ ہر عام و خاص، مرد و عورت اس کے ایک معمولی اشارے کے لیے بے تاب کھڑا تھا۔ اس کی اس بے پناہ ترقی اور کامیابی کے پیچھے اس کی اَن

تھک محنت، قربانیاں اور کوششیں تھیں۔ وہ تفریحی مشاغل جیسے کھیل کود اور شکار وغیرہ کو محض اس لیے ناپسند کرتا تھا کہ ان مشاغل سے وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور ترقی وکامیابی کے سفر میں خلل پڑتا ہے یعنی ہر وہ عمل جس سے اُس کی زندگی اور کاروبار کی رفتار میں خلل پڑتا ہو، وہ دشمنی کی حد تک ناپسند کرتا تھا۔

اس بحث کے تناظر میں اس کا شادی سے انکار کو قیاس کے آئینہ میں دیکھا جائے تو شاید وہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ کاروبار کے نام وقف کر چکا تھا کیونکہ اسی کاروبار کی ترقی اور کامیابی سے وہ باطنی سکون پاتا تھا یا دوسرے لفظوں میں یہی اس کی جائے پناہ تھی اور یہی وسیع رقبے پر پھیلا کامیاب کاروبار اس کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ اور ڈھال تھا۔ اسی کاروبار نے اس کی زندگی کو منور کیا تھا اور جِلا بخشی تھی۔ اسی نے اس کے نام ومقام کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا تھا۔ اسی نے اسے وہ عزت افزائی اور احترام دیا تھا جس کا وہ اپنے پست قد کے ساتھ پانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ شاید عروج اور کامیابی کی اس شاہراہ پر وہ عورت (بیوی) اور اولاد کو سنگِ راہ کے طور پر لانے کے لیے راضی نہ تھا کیونکہ بچے اور خصوصاً بیوی وقت اور محبت چاہتی ہے اور اس کی مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ بیوی کے چاؤ اور چونچلوں کے لیے اُس کے پاس وقت نہیں تھا۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ہمم بیگ کا شادی سے انکار کی بنیادی وجہ اس کا احساس کمتری ہے مگر بیوی بچوں کی محبت ونگہداشت کا تصور ثانوی جو ضرور ہو سکتا ہے۔

ہمم بیگ کے کردار کے حوالے سے قارئین کے سامنے ایک سوال یہ بھی ہے کہ پست قد ہونے کے باوجود اتنا بڑا اور کامیاب کاروباری شخص کیسے بنا؟

ہمم بیگ نے احساس کمتری کو بڑی مونچھوں اور دولت کی کثرت میں چھپا لیا تھا۔ افسانہ پڑھنے سے قارئین کو معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی اس کے قد اور جسمانی خدوخال پر ہنستا ہے تو اُس کی غیر موجودگی یا پیٹھ پیچھے ہنستا ہے۔ کسی میں اتنی جرات نہیں کہ بے جا کوئی اپنی زبان کھولے، مضحکہ اُڑا کر ہنسنا تو بہت دُور کی بات۔ یہ رعب، دبدبہ، جاہ وجلال اور شان ومرتبہ، اس کی شخصیت کا نہیں بلکہ اس کی ثروت مندی کے مرہونِ منت ہے۔ دراصل اُس نے اپنی احساس کمتری سے منفی اثر لینے کے بجائے اسے مثبت پہلو سے ہم کنار کیا۔ اُس نے اپنے کمتری اُلجھاؤ کو اپنے اور سماج کے لیے ناسور اور کمزوری بنانے کی بجائے طاقت وقوت کا منبع بنایا۔ اگر اُس نے اپنی محرومی وکمتری کو ذہن پر سوار کر لیا ہوتا تو وہ ایک اعلیٰ کاروباری شخص بننے کے بجائے تخریب کار، بے یقین،

یاس پسند، ناکام، نشئی، بزدل یا کوئی مجرم بنتا۔ یہاں سوال یہ جنم لیتا ہے کہ اس نے اپنی محرومی و کمتری کو مثبت رُخ، مطلب براری میں کیسے تبدیل کیا؟ نفسیات کے آئینے میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص احساس کمتری کا شکار ہو جائے اور شدت اختیار کرلے تو وہ اپنے اندا ایک عظیم خلاء پاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت بے تاب اور مضطرب رہتا ہے۔ اس خلاء کو وہ کسی طرح بھرنا چاہتا ہے۔ اسے بھرنے کی سعی میں وہ کامیابی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی یہ خلا نہیں بھرنا چاہتا یا نہیں بھر پاتا تو وہ سماج اور خود کے لیے منفی صورت اختیار کرتا ہے۔ اگر کوئی اس خلا کو بھرنے کی جستجو و تمنار کھتا ہے تو وہ کئی ذرائع، راستے اور طریقے اپناتا ہے۔ اپنی قوتیں اور جسمانی توانائیاں صَرف کرتا ہے۔ بعض اوقات اس کوشش و جستجو میں اتنا بڑا کام کر جاتا ہے یا اتنی بڑی کامیابی حاصل کرلیتا ہے جو ایک خواب ہوتا ہے۔ اس کی یہی ظفریابی احساس کمتری کا ردعمل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ ہر شخص میں کمتری کا احساس جتنا شدید اور طاقتور ہوگا، اس کی زندگی کا مقصد اتنا ہی وسیع اور کشادہ ہو گا۔ اُس کے باطن میں عدم تکمیل کا احساس جتنا بڑا خلا پیدا کرے گا وہ اسی قدر زیادہ تن دہی اور جان فشانی دکھائے گا۔ اسی محنت و ریاضت کے بعد ہی وہ عظیم اور کامیاب آدمی بنے گا۔ احساس کمتری کا یہی مثبت اور تعمیری پہلو ہے جو بہت زیادہ شاندار اور رفیع المنزلت ہے۔ دراصل ادنیٰ درجہ اور کمزوری کا احساس ہی وہ دوزینے ہیں جس پر گرفت پاکر انسان نام، شہرت اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔

ابتداء سے انسان اور فطری قوتوں کے درمیان ایک جنگ جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ہر لحاظ سے بے بس اور لاچار ہوتا ہے۔ دوسروں کی توجہ اور سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ جسمانی اور ذہنی نشو و نما کے ساتھ جب شعور اور تحت الشعور اپنے فطری افعال سرانجام دینا شروع کرتے ہیں تو وہ اس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے باپ جیسا بڑا کب ہو گا۔ وہ اپنے ناتواں اور بہت ہی چھوٹے بدن کو مضبوط اور بھاری بھرکم دیکھنا چاہتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ جب اس کا جسم گوشت پکڑ کر کشادہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اندر یہ احساس کمتری جنم لیتا ہے کہ میں کب باپ کی مانند دماغی رفعت اور ذہنی بلوغت تک رسائی پاؤں گا۔ اس کے لیے وہ جتن کرتا ہے۔ کمتری سے برتری میں جانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ یہی جدوجہد پھر اُسے عظیم اور رفیع المنزلت آدمی بناتی ہے۔ اس دُنیا کی تمام خوشیاں، آسائشیں اور ترقی انہیں کمتریوں اور محرومیوں کی رہینِ منت ہیں۔ انسان جب زمین و آسمان کی نئی دُنیاؤں کی دریافت کرتا ہے، سورج، چاند اور دوسرے

سیاروں کی تسخیر کی کوشش کرتا ہے، سائنس و ٹیکنالوجی میں نت نئی ایجادات اور اختراعات کرتا ہے، یہ سب اور اسی طرح کی دوسری کاوشیں اور کامیابیاں کمتری سے نکلنے کی بھاگ دوڑ ہے۔ ایڈلر لکھتے ہیں:

"بنی نوع انسان مستقل طور سے احساس کمتری کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ جو انہیں زیادہ سے زیادہ تحفظ کے حصول کے لیے ہمیشہ مہمیز لگاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر انسان برتری اور اقتدار کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ ایڈلر نے اسی لیے مقصد حیات پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اس کے خیال میں برتری کی تمنا پیدائشی اور طبعی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیامین ہر انسان خواہ وہ عضوی کمتری کا شکار ہو یا نہ ہو وہ خود کو نامکمل اور غیر محفوظ سمجھتا ہے جس کے نتیجے میں برتری کی تمنّا بیدار ہوتی ہے اس لیے یہ بھی ایک لحاظ سے فرد کے ساتھ ہی جنم لیتی ہے۔"(٦)

مندرجہ بالا بحث کے تناظر میں ہمم بیگ کی ظفریابی کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے ٹھنگنے قد (احساس کمتری) کو اعلیٰ قد (احساس برتری) میں تبدیل کرنے کے لیے لاشعوری طور پر مالدار بننے کی کوشش کی۔ اُس نے اپنی تمام طاقت اور توانائی کاروبار کو ترقی اور وسعت دینے پر صَرف کیں۔ اس طرح اُس نے اپنے جسمانی نقص (کوتاہ قد) کو کامیاب اور برتر انسان کے لبادے میں ڈھانپ لیا۔ یہی احساس کمتری سے پھوٹ کر نکلنے والی وہ بڑی کامیابی تھی جس کی بدولت اُس نے خود کو ہر دلعزیز بنایا۔

یہاں کسی قدر وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ لاشعوری کوشش سے کمتری کو برتری میں نہ بدلتا تو نہ وہ اتنا بڑا بزنس مین ہوتا، نہ ارب پتی۔ نہ ہوائی اڈے پر اس کا دھوم دھام سے استقبال ہوتا اور نہ اس پر پھول نچھاور کیے جاتے۔ نہ والدین اپنی جوان بیٹیاں میک اَپ اور زرق برق لباس سے لیس قطار در قطار کھڑے کرتے اور نہ جوان دوشیزائیں صرف اُسی کی تفریحِ طبع کی خاطر ہفتوں تک چہروں پر کریم اور پاؤڈر لگاتیں اور نہ ہی میزبان خاص اپنی جوان بیٹیوں کو اُس کے قُرب میں بٹھا کر رومان پرور فضا پیدا کرتا۔ یہ سارے اور اس نوع کے سارے کرشمے اس کے احساس کمتری کی دَین ہے جسے اُس نے مثبت رُخ دیا۔ ورنہ ہمم بیگ جیسے ٹھنگنے قد کے لوگ دنیا اور سرکس کے سٹیج پہ جوکر ہی سمجھے جاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر افشاں ملک، افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی آثار و افکار، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰

1. Dr. Afshan Malik, Afsana Nigar Ahmad Nadim Qasmi Aasar o Afkar, Educational publishing house, Delhi, 2007, P.10

۲۔احمد ندیم قاسمی، برگ حنا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۹۰

2. Ahmad Nadim Qasmi, Barg e Hina, Sang-e-meel publications, Lahore, 2008, p. 90

۳۔ڈاکٹر سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۴

3. Dr. Salim Akhtar, Teen Baray Nafsiyatdaan, Sang-e-meel publications, Lahore, 2006, P. 194

۴۔ڈاکٹر سلیم اختر، ہماری جنسی اور جذباتی زندگی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۲

4. Dr. Salim Akhtar, Hamari Jinsi Zindagi, Sang-e-meel publications, Lahore, 2004, P. 12

۵۔رئیس امروہوی، جنسیات، ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۳ء، ص ۵۸۔۲۵۷

5. Raees Amrohvi, Jinsiyat, Welcome book port, 2013. Pp. 257-58

۶۔ڈاکٹر سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۸

6. Dr. Salim Akhtar, Teen Baray Nafsiyatdaan, Sang-e-meel publications, Lahore, 2006, P. 198